© rasailojaraid.com

"بنیاد پرستی" کا مفہوم مغرب کی نظر میں

از مولانا محمد تقی امینی

پورے عالم اسلام میں اس وقت دینی بیداری کی تحریکات اور سیکولر ازم کے درمیان کشمکش عروج پر ہے مغربی لابیاں اپنی رائے عامہ کو یہ کہہ کر ڈرا رہی ہیں کہ مسلم ممالک میں دینی بیداری کے داعی وہی "بنیاد پرست" ہیں جن سے مغربی ممالک نے تین سو سال قبل طویل جنگ لڑ کر نجات حاصل کی تھی اور مغربی میڈیا کی پیروی میں مسلم ممالک کے سیکولر راہ نما بھی "بنیاد پرستوں" کے تسلط کا خوف دلا کر اسلام کی بالادستی اور شریعت کے نفاذ کی ابھرتی ہوئی تحریکات کا راستہ روکنے کی کوشش کر رہے ہیں اس پس منظر میں علماء کرام اور دینی کارکنوں کے لیے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ وہ "بنیاد پرستی" کے اس مفہوم سے واقفیت حاصل کریں جو مغرب کے لیے خوف کا باعث بنا ہوا ہے اور عیسائیت کی تین سو سال قبل کی مذہبی روش کو سمجھنے کی کوشش کریں جس کے خلاف خود عیسائی معاشرہ بغاوت پر مجبور ہو گیا تھا اس سلسلہ میں ممتاز محقق مولانا محمد تقی امینی صدر شعبہ دینیات علی گڑھ یونیورسٹی کی تصنیف "لا مذہبی دور کا تاریخی پس منظر" علماء اور دینی کارکنوں کے مطالعہ کے لیے بہت مفید ہے ہم اس کتاب کے کچھ اوراق قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جن میں مولانا امینی نے اس مذہبی طرز عمل کی وضاحت کی ہے جو مذہب سے یورپی معاشرے کی بغاوت کا سبب بنا اور جس کی واپسی کا خوف آج پورے مغرب کے لیے سوھان روح بنا ہوا ہے۔

ادارہ

یورپ کی نشاۃ ثانیہ سے پہلے عیسوی مذہب میں توہم پرستی داخل ہو گئی تھی اور انسان فطرتاً" برا قرار دے دیا گیا تھا۔ چنانچہ لیکی کا بیان ہے۔

"انسانیت کے تاریک رخ پر ہر وقت زور دیتے رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ علمائے مسیحیت کے ذہن میں انسانیت کے پر معاصی ہونے کا تخیل بہت مبالغہ کے ساتھ سما گیا اور وہ معصیت کو انسان کی اصل سرشت سمجھنے لگے اور یہ سمجھ لیا کہ ہر انسان فطرتاً" بدی کی طرف مائل ہے"۔

ایک اور موقع پر ہے۔

"دنیا کی تاریخ اخلاق میں شاید اس وبائے رہبانیت سے زیادہ دردناک کوئی داستان نہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غضب ہے کہ وہ قومیں جو فلاطون و سسرو کے خم کدہ سے سرشار تھیں اور جن کی نظروں کے سامنے سقراط و کیٹو کی پاک اور محترم سیرتیں موجود تھیں اب ان کا مطمح نظران کا نصب العین ایک ایسا حقیر و فرومایہ مراقی وجود رہ گیا تھا جو جہالت کا پتلا حب وطن سے معری اور لطائف خلقی سے بے بہرہ ہو چکی جس کی زندگی تمام تر ظالمانہ خود آزادیوں کے لئے وقف اور جسے شدت وہم و جنون سے خود اپنے سایہ پر دیو و جن کا گمان ہوتا ہو۔ دو چار سال نہیں کوئی پورے دو سو سال تک جسم کشی متہائے اخلاق سمجھی جاتی رہی"۔

عیش پرستی کی ذہنیت عام ہو گئی تھی

عیش پرستی کی ذہنیت نے غلبہ پالیا تھا اور بے ضمیری و بزدلی نے انسان کی اصلی عظمت و شرافت کو ختم کر دیا تھا۔

" رومن قوم اس وقت (نشاۃ ثانیہ سے پہلے) انتہائی رہبانیت اور انتہائی بدکاری کے تھپیڑوں کے درمیان جھکولے کھا رہی تھی بلکہ بعض شہروں میں جن میں کثیرالتعداد زہاد و راہبین پیدا ہوئے تھے وہ وہی تھے جن میں عیش پرستی اور بدچلنی کی سب سے زیادہ گرم بازاری تھی۔ رائے جمہور اس قدر ضعیف ہو گئی تھی کہ لوگوں کی رسوائی اور بدنامی کا مطلق خوف نہیں باقی رہا تھا البتہ "ضمیر" کو مذہب کا دھڑکا ہو سکتا تھا لیکن اس نے ہی اس اعتقاد کو مٹا دیا تھا کہ دعاؤں وغیرہ کے ذریعہ سارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ مکاری اور دغا بازی کی وہ گرم بازاری تھی جو قیاصرہ کے زمانہ میں بھی نہ تھی"

مذہب ہوس رانی کا ذریعہ بن گیا تھا

مذہب دنیا طلبی اور ہوس رانی کا ذریعہ بن گیا تھا۔ محنت اور کام سے بچنے کی غرض سے لوگ مذہبی زندگی اختیار کرنے لگے تھے چنانچہ:۔

" بہت سے لوگ اس لئے گرجا کے خدام بننے لگے کہ ملکی ذمہ داریوں سے بچنا چاہتے تھے اور بہت سے افراد راہبوں کے حلقہ میں ایسے شامل تھے جو محض اس لئے کہ ہاتھ پیر ہلا کر روٹی نہ کھانا پڑے خانقاہ میں جا کر راہب بن گئے تھے"۔

مذہبی تقریبات اور سالانہ اجتماعات جن کے ذریعہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت اور باہمی محبت و اخوت کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔ وہ سب عشرت گاہ اور تفریحی جشن میں تبدیل ہو گئے تھے۔

" مذہبی ضیافتیں جن کا مقصد مسیحیوں میں باہمی اخوت پیدا کرنا تھا اب بادہ نوشی و بدچلنی کی تماشہ گاہ رہ گئی تھی اور بقیں کن مشکلوں سے ساتویں صدی میں بند ہوئیں۔؟

شہداء کی برسیوں یا سالانہ فاتحوں کا بھی یہی حشر ہوا۔ ان کی یاد و تذکرہ کے بجائے وہاں میلے لگنے لگے اور شہوت رانی و بدچلنی کو گویا ایک مرکز ہاتھ آگیا یہاں تک کہ بالآخر اسی علت میں انہیں بند کر دینا پڑا"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرقہ بندی اور گروہ بندی سرایت کر گئی تھی

مذہب میں فرقہ بندی اور گروہ بندی سرایت کر گئی تھی ہر فرقہ دوسرے کے سایہ سے بھاگتا تھا اور ہر گروہ چند فروعی و فرسودہ مسائل (جن کا زندگی کے حقائق سے کوئی تعلق نہیں تھا) ہی کی موشگافیوں کو مدار ایمان و نجات سمجھنے لگا تھا پھر ان موشگافیوں میں باہمی اختلاف کی وجہ سے شدید قسم کی ہنگامہ آرائی ہوتی اور کشت و خون تک نوبت پہونچتی تھی جیسا کہ سیل صاحب لکھتے ہیں:۔

"گرجا" کے پادریوں نے مذہب کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے اور امن، محبت و نیکی کو مفقود کر دیا تھا۔ اصل مذہب بھول گئے تھے اور اپنی خیال آرائیوں پر جھگڑتے تھے۔ اسی تاریک زمانہ میں اکثر وہ توہمات جو "رومن چرچ" کے لئے باعث ننگ ہیں، مذہبی صورت میں قائم کئے گئے خصوصاً" ولیوں اور مجسموں کی پرستش نہایت بے شرمی سے ہونے لگی تھی۔

فرقہ بندی و گروہ بندی ایسی ایسی باتوں پر ہوتی تھی کہ مہذب دنیا ان کا مذاق اڑاتی اور تمسخر کرتی تھی مثلاً" عیسائی پادریوں کی یہ بحث کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیشاب پاک تھا یا ناپاک، نیز یہ کہ آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جو دستر خوان (مائدہ) آیا تھا، اس میں خمیری روٹی تھی یا فطیری (غیر خمیری)۔ اسی طرح یہ بحث کہ خدا اور مسیح متحد الماہیت ہیں یا مشترک الماہیت ہیں۔

مذہب نے انسان کو جامد اور ناترقی پذیر قرار دے دیا تھا

مذہب نے انسان کو جامد اور ناترقی پذیر قرار دے دیا تھا جس کی بناء پر ہر قسم کی علمی و تمدنی ترقی بڑی حد تک رکی ہوئی تھی اور جن لوگوں نے علم و فن کی ترقی میں حصہ لیا انھیں نہ صرف یہ کہ مذہب کی بارگاہ سے ملعون و مردود قرار دیا گیا بلکہ سخت سے سخت سزاؤں میں مبتلا کیا گیا تھا۔ مثلاً:۔

"وینی نی" مسئلہ ارتقاء پر ایمان رکھتا تھا، اس کی زبان کاٹ لی گئی اور زندہ آگ میں جھونک دیا گیا۔

"ہیپاشیہ" افلاطون کی تصانیف کی مشہور مفسرہ تھی، اس کو اس پاداش میں جان دینی پڑی۔

"کوپرنیکس" نے زمین کی گردش اور آسمان کا ساکت ہونا ثابت کرنے کی کوشش کی تو اس کو نوخیز منجم کا خطاب ملا اور بالآخر ذلت و خواری کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوا۔

"برونو" جو "کوپرنیکس" کے نظریہ کی حمایت کرتا تھا، اس کو گرفتار کر کے سات سال قید خانہ میں ڈالا گیا اور پھر دھیمی آگ میں ڈال کر موت کا مزہ چکھایا گیا۔

"گلیلو" جس نے حرکت زمین کے نظریہ کی حمایت کی، اس کو تنگ و تاریک کوٹھری میں ڈال کر عبرتناک سزا دی گئی اور مجبور کیا گیا کہ درج ذیل الفاظ کے مطابق اپنے معتقدات کی تردید کرے۔ الفاظ یہ ہیں:۔

"میں کہ "گلیلو" ۷۰ سترویں سال کی عمر میں بحیثیت ایک قیدی تقدس مآب کے روبرو دوزانو ہوتا ہوں اور مقدس انجیل کو اپنے گلے لگاتا ہوں۔ حرکت ارض کی غلطی تسلیم کرتا ہوں اور الحاد کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نفرت کی نگاہ سے دیکھتا اور اظہار لعنت کرتا ہوں"۔ اس تردید کے باوجود اس کی جاں بخشی نہ کی گئی بلکہ "مقدس محکمۂ احتساب" نے زندگی بھر کیلئے اسکو جلا وطن کر دیا"۔

مذہب علمی و تمدنی ترقی کا ساتھ دینے کے قابل نہ تھا

اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جو علم و فن کی ترقی کے ساتھ پیش آئے تھے۔ دراصل مروجہ مذہب اس قابل نہ رہ گیا تھا کہ علمی و تمدنی ترقی کا ساتھ دے کر اس کی پشت پناہی کرے، اس بنا پر شدید خطرہ تھا کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو "بائبل" (مقدس الہامی صحیفہ) کی تعلیمات بھی علم و تحقیق کی کسوٹی پر کسی جائیں گی اور بالآخر "خود ساختہ مذہب" کے تمام "تاروپود" بکھر جائیں گے۔ چنانچہ لیکی کہتا ہے:۔

"میرے نزدیک کیتھولک ازم کے اصول شروع ہی سے ترقی تمدن کے مخالف تھے۔ البتہ شروع میں ان کی مضرت زیادہ ظاہر نہیں ہونے پائی بالکل اسی طرح کہ جیسے بعض زہر اس قسم کے ہوتے ہیں کہ انسان کو ہلاک کرنے سے پیشتر اس پر سکون و افاقہ طاری کر دیتے ہیں ان کا آخری نتیجہ اہلاک یقینی ہوتا ہے لیکن وہ زود اثر نہیں ہوتے ہیں یہی حال کیتھولک ازم کا تھا۔
مسیحیت کی جو شکل کلیسائے یونان و رومہ نے پیش کی اس کے لحاظ سے یہ بالکل اس کے لئے ناموزوں تھا کہ کسی تمدن کی باگ اس کے ہاتھ میں دیدی جاتی تمدن جدید جوں جوں مذہب کے اثر سے آزاد ہوتا گیا اسی نسبت سے ترقی کرتا رہا ہے۔ فن طب، سائنس، صنعت و حرفت، سیاست بلکہ فلسفۂ اخلاق تک کسی شی کو اٹھا کر دیکھئے ہر جگہ یہ نظر آئے گا کہ جوں جوں کلیسا کی گرفت ہلکی پڑتی گی تمدن کی رفتار تیز ہوتی رہی ہے"۔

مذہب نے خرابیوں کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا تھا

مذہب انسانی اور معاشرتی کمزوریوں اور خرابیوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہوگیا تھا نیز اقتصادی و معاشی عدم توازن کی پشت پناہی کر کے طبقاتی کشمکش کی رہنمائی کرنے لگا تھا اس طرح پورے معاشرہ پر عیش و عشرت کی ذہنیت مسلط ہونے کا سبب بنا ہوا تھا۔ چنانچہ:۔

"گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں مغربی یورپ میں تقریباً" نصف جاگیردار چرچ کے نمائندہ تھے"۔

جب جاگیرداری مٹنے لگی تو مذکورہ ذہنیت نے سرمایہ داری کی بھیانک شکل اختیار کر لی تھی اور سرمایہ دار و مذہبی رہنما دونوں متحد ہو کر انسانیت کی تذلیل میں حصہ دار بن گئے تھے۔ پھر ان دونوں کی عیش پرستی و خودغرضی نیز طبقاتی کشمکش کی پشت پناہی نے صداقت و اخلاص اور ہر قسم کے اخلاقی جوہر (جن کے خمیر سے قوم کی زندگی تعمیر ہوتی ہے) فناء کر دئے تھے لوگوں میں خست و دنائت سرایت کر گئی تھی اور اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ سے اعراض کرنے لگے تھے۔

الغرض زمانہ وسطیٰ میں یورپ کی اس حالت اور زندگی میں مذہب کے اس کردار سے انسانیت پناہ مانگ رہی تھی اور ہر قسم کی علمی و تمدنی ترقی بڑی حد تک رکی ہوئی تھی۔ یہ زمانہ ۴۸۶ء سے تقریباً" ۱۴۹۵ء تک شمار ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com